دل کی بات

''حمیت نام تھا جس کا......''

ہمارے پرویز بادشاہ ان دنوں امریکہ کے طویل ترین دورے پر ہیں۔ وہ رمضان المبارک کے روزے امریکہ میں ہی ''گزار'' رہے ہیں۔ ان کا حالیہ دورۂ امریکہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ امریکہ یاترا سے پہلے وہ افغانستان بھی گئے۔ صدر کرزئی سے اُن کی ملاقات کسی اہم ایجنڈے کا حصہ تھی۔ صدر بش سے اُن کی دو ملاقاتیں ہو چکی ہیں۔ ایک تنہا اور دوسری افغان صدر حامد کرزئی کے ہمراہ۔ انہوں نے جنرل اسمبلی سے خطاب کیا۔ صحافیوں اور پاکستانی کمیونٹی سے خطاب کیا۔ ان کے خطبات مسلسل ہو رہے ہیں اور جب تک وہ امریکہ میں ہیں' خطاب ہوتے رہیں گے۔ انہیں امریکہ میں پاکستان سے زیادہ پذیرائی ملی ہے۔ اسی لیے اُن کا فوری طور پر پاکستان واپس آنے کو جی بھی نہیں چاہ رہا۔

قیامِ امریکہ کے دوران انہوں نے بہت اہم باتیں کہی ہیں۔ تجزیہ نگاروں نے اپنے اپنے انداز میں اُن پر تبصرہ کیا ہے۔ شاید انہوں نے اسی وقت کو ان باتوں کے لیے موزوں ترین خیال کیا ہے۔ لیکن اُن کے بیانات کا ردِّعمل بھی ساتھ ہی ساتھ سامنے آ رہا ہے۔

پرویز بادشاہ نے فرمایا......

> ''امریکہ نے پاکستان پر بمباری کی دھمکی دی تھی۔''

صدر بش نے کہا:

> ''میرے علم میں ایسی کوئی بات نہیں۔''

سابق امریکی نائب وزیر خارجہ رچرڈ آرمیٹج نے کہا......

> ''میں نے جنرل محمود (سابق سربراہ آئی ایس آئی) کو پیغام دیا تھا۔ پیغام میں سخت زبان ضرور استعمال کی گئی تھی لیکن بمباری کی دھمکی نہیں تھی۔ میں نے کہا تھا: آپ طالبان کا ساتھ چھوڑ دیں اور امریکہ کی حمایت کریں۔ ہاں یا ناں میں جواب دیں۔ جنرل محمود نے پیغام پہنچانے میں اشتعال انگیز زبان استعمال کی۔''

پرویز بادشاہ نے فرمایا:

> ''ڈاکٹر عبدالقدیر نے پیسے اور انا کی تسکین کے لیے جوہری راز فروخت کیے۔''

اس کا جواب تو ڈاکٹر عبدالقدیر ہی دے سکتے تھے لیکن وہ تو طویل زبان بندی اور نظر بندی کے شکنجے میں ہیں۔ اس درفشانی پر ہر محبِّ وطن پاکستانی شہری کا یہی تبصرہ تھا کہ اپنے قومی ہیرو اور محسن کو ہاتھ پاؤں باندھ کر اور منہ بند کر کے اس طرح رسوا کرنا' اعلیٰ اخلاق اور روشن خیالی کا کونسا انداز ہے؟

انہی دنوں اُن کی کتاب ''ان دی لائن آف فائر'' بھی منظر عام پر آ گئی ہے۔ جس میں درج بالا انکشافات کے علاوہ اور بھی کئی رازہائے دروں سے پردہ سرکایا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ: ''القاعدہ کے ۳۵۰ زیر حراست افراد کی حوالگی پر

امریکہ سے کئی ملین ڈالر پاکستان کو ملے۔'' مگر سی آئی اے نے اس کی بھی تردید کی ہے۔

انہی دنوں پاکستان میں طالبان کے آخری سفیر ملا عبدالسلام ضعیف کی خودنوشت کتاب بھی منظر عام پر آئی ہے۔ دونوں کو سامنے رکھ کر موازنہ کیا جائے تو حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ کون راہِ عزیمت کا مسافر ہے۔ حالانکہ دونوں زندہ ہیں۔

جناب پرویز بادشاہ کے دورۂ امریکہ سے قبل' حدود آرڈی نینس کو موضوع بحث بنایا گیا۔ اسی بحث کی گونج میں کئی اہم قومی مسائل گم کر دیئے گئے۔ پھر تحفظ ختم نبوت پر مشتمل غیر متنازعہ اور مسلمانوں کے متفقہ عقائد پر مبنی کئی کتابوں پر پابندی لگائی گئی۔ جو قطعاً فرقہ واریت کی زد میں نہیں آتیں۔ البتہ امریکی محکمہ خارجہ کی رپورٹ ۲۰۰۶ء برائے بین الاقوامی مذہبی آزادی کی زد میں ضرور آتی ہیں۔ حالیہ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ امریکہ کو پاکستان میں تحفظ ختم نبوت، قانون توہین رسالت اور حدود آرڈی نینس جیسے دیگر قوانین پر اعتراض ہے' جن میں تبدیلی کے لیے مسلسل دباؤ ڈالا جا رہا ہے۔

لیکن ہمارے وزیر اعظم شوکت عزیز نے فرمایا کہ:

''ہم پر کوئی دباؤ نہیں۔ ہم اپنے فیصلے کرنے میں آزاد اور خودمختار ہیں۔''

''تحفظ حقوقِ نسواں بل'' جو مختلف کمیٹیوں کی زد میں ہے لیکن جناب پرویز نے اس کے متعلق بھی امریکہ میں اعلان فرمایا ہے:

''پاکستان پہنچ کر اس کو منظور کرالوں گا۔ مجھے چند لوگوں کے احتجاج کی کوئی پروا نہیں۔''

جناب پرویز نے واشنگٹن میں پاکستانی کمیونٹی سے خطاب کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ:

''ہم اسلامیات کے نصاب کو مکمل طور پر تبدیل کر رہے ہیں۔ موجودہ سلیبس میں حقوق اللہ پر زیادہ توجہ دی گئی ہے جس سے انتہا پسندی کا عنصر سامنے آتا ہے۔ جبکہ حقوق العباد پر کوئی توجہ نہیں دی گئی۔''

اسلامیات کے نصاب میں باقی بچا ہی کیا ہے جو اُسے مزید تبدیل کرنا ہے۔ ایمان، جہاد، تقویٰ پہلے ہی غائب ہو چکے ہیں۔ ان امور سے متعلق قرآنی آیات اور احادیث شریفہ نصاب سے خارج ہو چکی ہیں۔ اب حقوق اللہ کو چھوڑ کر حقوق العباد کی ادائیگی کا امریکی تصور نصاب میں شامل کرنا باقی رہ گیا ہے۔ سو یہ حسرت بھی پوری کر لی جائے اور کوئی ارمان باقی نہ رہے۔

قارئین محترم! یہ دنیا کی عظیم اسلامی جمہوری مملکتِ خداداد پاکستان کے صدر محترم کے روشن روشن عقائد و خیالات ہیں۔ جن کا وقتاً فوقتاً وطن عزیز میں بھی اظہار ہوتا رہتا ہے لیکن امریکہ میں کچھ زیادہ ہی اظہار ہوا ہے۔ جس کے نتیجے میں صدر بش نے ہمارے پیارے بادشاہ کی بہت ہی تعریف کی ہے۔ امریکہ کے لیے اُن کی خدمات کو تحسین کی نگاہ سے دیکھا ہے اور ہمارے بادشاہ پر بھرپور اعتماد کا اظہار کیا ہے۔ بش اور پرویز میں غیر معمولی ہم آہنگی اور مشابہت پیدا ہو گئی ہے۔ ۲۰۰۷ء میں عام انتخابات کی نوید مسرت بھی سنائی ہے جو ''صاف، شفاف اور منصفانہ'' ہوں گے۔

اس منظر کے پیچھے کیا ہو رہا ہے اور کیا ہونے والا ہے؟ سب پر عیاں ہے۔ قومی غیرت و حمیت، ملک کی نظریاتی اساس اور آئین میں طے شدہ متفقہ قومی امور سب کچھ برباد ہو کے رہ گیا ہے۔ اشکبار آنکھوں کے ساتھ یہی دعا کی جا سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے پیارے وطن کی حفاظت فرمائے۔ (آمین)